امام العلل علی بن عبد اللہ المدینی کے فرزند عبد اللہ بن علی کی توثیق

بعض علوم حدیث میں یتیم لوگ ہر چھوٹے بڑے قول و خبر کی اس طرح تحقیق و تفتیش کرتے ہیں جس طرح رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی کی جاتی ہے۔ حالانکہ یہ لوگ اپنے خود ساختہ اصولوں میں اتنے مگن رہتے ہیں کہ انہیں یہ بھی احساس نہیں ہوتا کہ ان سے پہلے ان اصولوں کو کن محدثین نے لاگو کیا ہے؟

یہی معاملہ عبد اللہ بن علی بن المدینی رحمہ اللہ کے ساتھ بھی کیا گیا ہے۔ ان کی روایات کو یہ کہہ کر رد کر دیا جاتا ہے کیونکہ مرفوع احادیث کے سخت ترین اصول کے مطابق انہیں ثقہ نہیں کہا گیا ہے، جبکہ ان کے بعد آنے والے تمام محدثین نے ان کی نقول پر اعتبار کیا ہے۔ کتب رجال ان کی روایات سے بھری پڑی ہیں۔ اور ان کو ثقہ صرف اس لئے نہیں کہا گیا کیونکہ انہوں نے مسند روایات بیان ہی نہیں کی، اور محدثین اکثر صرف مسند روایات بیان کرنے والے رواۃ پر ہی حکم لگاتے ہیں۔ چنانچہ امام ذہبی عوانہ بن حکم راوی کے بارے میں فرماتے ہیں:

"عالِم بالشعر وأيام الناس، وَقَلَّ أَنْ رَوَى حديثًا مسنَدًا، ولهذا لم يُذكر بجرح ولا تعديل، والظاهر أَنَّهُ صدوق"

"وہ شعر و شاعری اور انسانی تاریخ کے عالم تھے، بمشکل ہی انہوں نے کوئی مسند حدیث روایت کی ہے، اور اسی لئے ان کا ذکر جرح یا تعدیل کے ساتھ نہیں کیا گیا، اور ظاہر یہی ہے کہ وہ صدوق ہیں"

(تاریخ الاسلام:4/174)

چنانچہ عبد اللہ بن علی کو بھی اسی وجہ سے ثقہ نہیں کہا گیا، تو جب روایت حدیث ان کا فن ہی نہیں تو حدیث کے اصولوں پر ان کی توثیق طلب کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے؟

عبد اللہ کا اپنے والد کی کتب سے روایت کرنا

علوم حدیث میں خاص منہج رکھنے والے اس گروہ نے عبد اللہ کی روایات کو اس لئے رد کیا کیونکہ انہیں ان کے حافظے کی دلیل کے طور پر صراحتاً ثقہ کا لفظ مطلوب ہے۔ جبکہ عبد اللہ تو محض اپنے والد کی کتب کو ان سے نقل کرتے ہیں۔ اور کتاب سے روایت کرنے میں حافظہ شرط نہیں ہے۔ چنانچہ امام ابن الصلاح ضبط کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" حافظا إن حدث من حفظه، ضابطا لكتابه إن حدث من كتابه"

"اگر حفظ سے روایت کرے تو حافظ ہو، اور کتاب سے روایت کرے تو اپنی کتاب کو سنبھالنے والا ہو"

(مقدمہ ابن الصلاح: ص104-105)

یعنی اگر کتاب سے روایت کرے تو وہ تصحیح شدہ ہو۔ اور عبد اللہ بن علی کے بارے میں معروف ہے کہ انہوں نے اپنے والد کی کتب بذریعہ مناولہ لی ہیں۔

چنانچہ امام دارقطنی فرماتے ہیں:

" إنَّما أخذ كتبه، وروى أخباره مناولة"

"عبد اللہ بن علی نے اپنے والد کی کتب کو لیا اور ان کے اخبار کو بذریعہ مناولہ روایت کیا"

(تاریخ بغداد: 10/10)

اور امام ذہبی فرماتے ہیں:

" رَوَى عَنْ: أَبِيهِ تصانيفه"

"انہوں نے اپنے والد کی تصانیف روایت کی ہیں"۔

(تاریخ الاسلام:6/352)

اور مناولہ کی تعریف بیان کرتے ہوئے علامہ عیاض بن موسی ابو الفضل (المتوفی 544ھ) فرماتے ہیں:

" أن يدفع الشيخ كتابه الذي رواه أو نسخة منه وقد صححها أو أحاديث من حديثه وقد انتخبها وكتبها بخطه أو كتبت عنه فعرفها فيقول للطالب هذه روايتي فاروها عني ويدفعها إليه أو يقول له خذها فانسخها وقابل بها ثم اصرفها إلي وقد أجزت لك أن تحدث بها عني أو اروها عني أو يأتيه الطالب بنسخة صحيحة من رواية الشيخ أو بجزء من حديثه فيقف عليه الشيخ ويعرفه ويحقق جميعه وصحته ويجيزه له"

"اس سے مراد یہ ہے کہ شیخ اپنی کتاب جو اس نے روایت کی یا اس کا ایک نسخہ بھیجے جس کی اس نے تصحیح کی ہو، یا اپنی احادیث میں سے چند احادیث کا انتخاب کر کے اپنے ہاتھوں سے لکھے، یا اس (کی کتب) سے لکھا جائے اور وہ اس سے واقف ہو، تو اپنے شاگرد سے کہے کہ یہ میری روایتیں ہیں تو تم انہیں مجھ سے روایت کرو اور وہ (مکتوب نسخہ) اپنے شاگرد کو دے دے۔ یا اس سے یہ کہے کہ یہ نسخہ لو اس کی کاپی کرو اور اصل سے مقابلہ کرو پھر اسے میرے پاس لاؤ کہ میں تمہیں اجازت دوں کہ تم مجھ سے وہ روایت کرو۔ یا (ایک اور صورت یہ ہے کہ) شاگرد اپنی شیخ کی روایات کا ایک تصحیح شدہ نسخہ یا جزء اس شیخ کے پاس لے کر آئے اور اسے دے اور وہ اس کی پہچان کر کے اور اس کی تصحیح کی تحقیق کرے اور اس کی اجازت اپنے شاگرد کو دے۔"

(الإلماع إلى معرفة أصول الرواية وتقييد السماع:ص79)

چنانچہ مناولہ تصحیح شدہ کتاب پر ہی ہوتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ عبد اللہ بن علی کی اپنے والد سے روایات کی خود ان کے والد علی بن المدینی رحمہ اللہ نے تصدیق کی ہے۔ اور تحمل روایت کے اس طریقے کو محدثین نے سماع کے برابر قرار دیا ہے۔ بلکہ ابو الفضل فرماتے ہیں:

" لأن الثقة بكتابه مع إذنه أكثر من الثقة بالسماع وأثبت لما يدخل من الوهم على السامع والمسمع"

" شیخ کی اجازت کے ساتھ اس کی کتاب کا اعتبار، اس شیخ سے سماع کے اعتبار سے زیادہ اور پکا ہوتا ہے کیونکہ سماع کے دوران سننے والے اور سنانے والے میں وہم کا عمل دخل ہو سکتا ہے۔"

(الإلماع إلى معرفة أصول الرواية وتقييد السماع:ص81)

چنانچہ اس گروہ کا کتاب سے روایت پر حافظے کی دلیل مانگنا علوم حدیث سے ناواقفیت کا ثبوت ہے۔ بلکہ دیگر مقامات پر اس گروہ کے لوگ تو بلا تصحیح و تصدیق محض وجادت کتاب کو بھی حجت مانتے ہیں اور وہ بھی حدیث رسول ﷺ میں! مثلا الحسن البصری کی سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کو اس لئے صحیح قرار دیتے ہیں کیونکہ حسن بصری نے انہیں سمرہ کی کتب سے وجادتا روایت کیا ہے، حبکہ اس کتاب کی حالت کا کوئی علم نہیں کہ یہ کتاب کس کی تھی، کہاں سے آئی، تصحیح و تصدیق شدہ بھی تھی یا نہیں وغیرہ وغیرہ۔۔۔ اسی لئے اس گروہ کا کوئی اصول نہیں، جسے چاہیں رد کر دیں اور جسے چاہیں بلا سوال وجواب قبول کر لیں۔

محدثین کا ان کی روایات کا اعتبار کرنا

مزید یہ کہ عبد اللہ بن علی کی اقوال میں توثیق کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ تمام محدثین نے عبد اللہ بن علی کی اپنے والد سے روایات کا اعتبار کیا ہے اور انہیں بطور حجت نقل کیا ہے۔ اور ان میں سے ایک نے بھی آج تک کبھی ان کی کسی روایت کو ان کی وجہ سے رد نہیں کیا ہے۔ بلکہ الٹا دوسروں کی روایات پر ان کی روایت کو ترجیح دی ہے جیسا کہ آگے آئے گا۔ اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مذکورہ گروہ نے علوم حدیث میں کس حد تک اپنی من مانی رائج کی ہے کہ محدثین میں سے کوئی ان کا سلف نہیں۔

امام مزی کا ان کی توثیق ضمنی کرنا

امام مزی اپنی کتاب تہذیب الکمال کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

"وما لم نذكر إسناده فيما بيننا وبين قائله: فما كان من ذلك بصيغة الجزم، فهو مما لا نعلم بإسناده عن قائله المحكي ذلك عنه بأسا"

"اور جس قول کی اسناد ہم اس کے قائل تک ذکر نہ کریں، تو ان میں سے جو صیغہ جزم سے منقول ہے اس کی اس کے قائل تک اسناد میں ہمیں کوئی حرج والی بات معلوم نہیں ہے"

(تہذیب الکمال:1/153)

اور امام مزی نے اس کتاب میں عبد اللہ بن علی کے طریق سے امام علی بن المدینی کے بے شمار اقوال بالجزم نقل کیے ہیں۔ چنانچہ امام مزی رحمہ اللہ کے نزدیک عبد اللہ بن علی کی اپنے والد سے اقوال کی روایات میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر کا عبد اللہ کی روایت کو ترجیح دینا

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ایک جگہ عبد اللہ بن علی کی اپنے والد سے روایت اور امام محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کی امام علی بن المدینی سے روایت کے درمیان عبد اللہ بن علی کی روایت کو ترجیح دی۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

"وقال عبد الله بن علي بن المديني عن أبيه هو نحو موسى بن عبيدة يخلط فيما يروي عن مغيرة ونحوه وقال محمد بن عثمان بن أبي شيبة عن علي بن المديني ثقة قلت محمد بن عثمان ضعيف فرواية عبد الله بن علي عن أبيه أولى"

"عبد اللہ بن علی بن المدینی نے اپنے والد (علی بن المدینی) سے روایت کیا کہ یہ راوی موسی بن عبیدہ کی طرح ہے، مغیر اور ان جیسوں سے روایت کرنے میں خلط کرتا ہے۔

جبکہ محمد بن عثمان بن ابی شیبہ نے علی بن المدینی سے روایت کیا کہ انہوں نے اسے ثقہ کہا ہے۔

میں کہتا ہوں (یعنی ابن حجر) کہ محمد بن عثمان ضعیف ہیں لہذا عبد اللہ بن علی کی اپنے والد سے روایت اولی ہے۔"

(تلخيص الحبير: ١/٢٤٥)

اس سے واضح توثیق اور کیا ہو گی کہ حافظ ابن حجر محمد بن عثمان بن ابی شیبہ جیسے حافظ کو عبد اللہ بن علی کی روایت کے مقابلے میں ضعیف کہہ رہے ہیں۔ اور ان سے تعارض کی صورت میں عبد اللہ بن علی کی بات کو راجح قرار دے رہے ہیں۔ اب خود ہی سوچ لیں کہ ایک ضعیف کے مقابلے میں کس کی روایت قبول کی جاتی ہے؟ ثقہ کی یا اس جیسے دوسرے ضعیف کی؟

اسی قول کے تحت شیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے عبد اللہ بن علی المدینی کو "قابل اعتبار" اور شیخ محب اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ نے اپنے ایک مخطوط میں "ثقة يعتمد عليه" قرار دیا ہے۔

(دیکھیں توضیح الکلام: ص932)

خلاصہ:

عبد اللہ بن علی بن المدینی رحمہ اللہ اپنے والد علی بن المدینی رحمہ اللہ کی روایت میں بالکل ثقہ وصدوق ہیں۔ وہ اپنے والد سے بذریعہ مناولہ ان کی کتب روایت کرتے ہیں۔ محدثین نے بالاتفاق ان کی روایات پر اعتبار کیا ہے، جن میں امام حاکم، امام بیہقی، المقدسی، العلائی، ابن الجوزی، مغلطائی، مزی، ذہبی، اور ابن حجر وغیرہ شامل ہیں۔ جبکہ امام مزی اور امام ابن حجر سے ان کی توثیق پر اقوال بھی مروی ہیں۔